ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ رشعبان المعظم ۱۴۰۳ھ
۳ رجون ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہٗ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُؤْتٰی بِاَنْعَمِ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صِبْغَۃً ثُمَّ یُقَالُ یَا ابْنَ اٰدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ھَلْ مَرَّ بِکَ نَعِیْمٌ قَطُّ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ وَیُؤْتٰی بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِی الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیُصْبَغُ صِبْغَۃً فِی الْجَنَّۃِ فَیُقَالُ لَہٗ یَا ابْنَ اٰدَمَ ھَلْ رَاَیْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَھَلْ مَرَّ بِکَ شِدَّۃٌ قَطُّ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا مَرَّ بِیْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَیْتُ شِدَّۃً قَطُّ رواہ مسلم۔

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا داروں میں جو سب سے زیادہ نعمتوں والا تھا اور وہ دوزخیوں میں سے (اپنے اعمال کے لحاظ سے) قیامت کے دن ہوگا اسے لایا جائے گا پھر اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے آدم کے بیٹے! کبھی کوئی بھلائی یا آرام بھی تم نے دیکھا، کبھی کوئی نعمت اور راحت بھی تم پر گذری؟ وہ کہے گا۔ خدا کی قسم اے میرے رب! میں نے کبھی راحت نہیں دیکھی۔ اور اس شخص کو بھی لایا جائے گا جو بہشتیوں میں ہیں سے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں تھا۔ اسے بہشت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی اور آیا تجھ پر کبھی سختی آئی ہے؟ پھر کہے گا خدا کی قسم نہیں آئی۔ اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی سختی نہیں آئی اور نہ میں نے کبھی تکلیف ہی دیکھی ہے۔

وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ لِاَھْوَنِ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَوْ اَنَّ لَکَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اَکُنْتَ تَفْتَدِیْ بِہٖ فَیَقُوْلُ نَعَمْ فَیَقُوْلُ اَرَدْتُّ مِنْکَ اَھْوَنَ مِنْ ھٰذَا وَاَنْتَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِکَ بِیْ شَیْئًا فَاَبَیْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِکَ بِیْ۔ متفق علیہ

اور انسؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے ادنیٰ درجے والے عذاب کے دوزخی سے فرمائے گا جو چیزیں زمین میں ہیں اگر وہ تیری ملکیت میں ہوں کیا تو وہ دے کر اس عذاب سے نجات پاتا۔ وہ کہے گا ہاں — اللہ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے ادنیٰ چیز چاہی تھی۔ حالانکہ تو آدم کی پیٹھ میں تھا یہ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا پھر تو نے انکار کیا۔ مگر یہ کہ میرے ساتھ تو شریک کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



جلد ۲۸ ● شمارہ ۴۸
۳ رجون ۱۹۸۴ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی



دفاتر

بدل اشتراک

سالانہ ... ——— ۸۰ روپے
ششماہی ... ——— ۴۵ روپے
سہ ماہی .. ——— ۲۵ روپے

فی پرچہ دو روپے۔

چند گذارشات

حکومت فوری توجہ دے

★ خدام الدین کا مقصد الدین النصیحۃ ہے اس لئے وہ روایتی سیاست بازی سے بالاتر رہ کر سفید کو سفید اور سیاہ کو سیاہ کہنا اپنا فرض قرار دیتا ہے۔

اسی نیت سے اس وقت چند گذارشات پیش خدمت ہیں تاکہ حکومت فوری توجہ کر سکے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ۲۰ رمئی کو ملک بھر میں یوم احتجاج کی اپیل کی تاکہ مجلس کے مبلّغ مولانا محمد اسلم قریشی کی بازیابی کے مطالبہ کو ملک گیر تحریک کا رنگ دیا جا سکے ——— اس ضمن میں مجلس نے لاہور کی مرکزی شاہراہ پر واقع مسجد شہداء میں ۱۹، ۲۰ ر کو دو دن کا جلسہ کیا جس کی صدارت مجلس کے امیر حضرت مولانا خان محمد صاحب نے کی۔ گو کہ اس میں بعض مقررین کے لب و لہجہ سے ہمیں اختلاف ہے لیکن بہ حیثیت مجموعی ہم مجلس کے مشن کو ہر مسلمان کا مشن سمجھتے اور ہر اعتبار سے اس کی تائید اپنا دینی فرض قرار دیتے ہیں۔ مجلس نے مجبور ہو کر ۶ رجون کو سیالکوٹ چلو مہم کا اعلان کیا تاکہ مبلّغ موصوف کے شہر میں فدایانِ ختم نبوّت و رسالت کا اجتماع عظیم اس مطالبہ کی اہمیت غافل و مدہوش حکومت پر واضح کر سکے ——— اس مہم میں اپنی بھرپور تائید کے ساتھ ساتھ ہم مجلس کے ارباب حل و عقد سے درخواست کریں گے۔ کہ وہ حضرت امیر شریعت اور ان کے رفقائے گرامی کی آرزوؤں اور امنگوں کے مطابق مجلس کو وقتی سیاسی ہنگاموں سے الگ لے کر چلیں تاکہ پوری امت مسلمہ اس مہم و مطالبہ میں ان کی

ہمنواں ہو سکے ——— ادھر حکومت سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ ایک غریب و غیور مبلغ ختم نبوت کے معاملہ میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے ورنہ جن مجرم ضمیر لوگوں کا دست شقاوت اسلم قریشی تک پہنچ سکتا ہے اُن سے کوئی بڑا ایوان بھی محفوظ نہ رہ سکے گا ——— صدر مملکت نے مبینہ طور پر گوجرانوالہ کے دورہ میں علماء کے ایک وفد کو کہا کہ "میں مرزائیوں کو سمندر میں پھینک دوں؟ ——— تو ہم ان سے عرض کریں گے کہ ہمارا ایسا کوئی مطالبہ نہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان دم بریدہ سگان برطانیہ کو اپنے دائرہ میں رکھنا تو آپ کا فرض ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ فرض کی ادائیگی کتنی ضروری ہے ———؟ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ ادائیگی فرض سے کوتاہی برتنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے ——— فدایانِ ختم نبوت کو آپ پیشہ ور سیاستدانوں جیسا نہ سمجھیں یہ لوگ صحابہ علیہم الرضوان کی اتباع میں اپنے خون سے مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں امید کہ ہماری گذارشات سے آپ اثر لیں گے ورنہ یاد رکھیں سے

اگر موج اٹھی تو ڈوبوگے سارے
نہ تم ہی بچوگے نہ ساتھی تمہارے

اسی ضمن میں ہم اس چھٹی کا بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں جو بینکوں کو جاری کی گئی جس میں مرزائیوں کو احمدی مسلم کہہ کر زکوٰۃ سے چھوٹ کی اجازت دی گئی ہے ——— احمدی مسلم کی بے ہودہ اصطلاح کسی ایسے کوڑھ مغز کے ذہن کی عکاسی ہے جو شرم وحیا سے عاری اور خوف آخرت کے احساس سے قطعاً محروم ہے ——— ربواتی اور لاہوری ہر دو گروپ شرعاً، اخلاقاً اور قانوناً غیر مسلم ہیں۔ ان کے معاملہ میں اس طرح کی مداہنت وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں عرف عام میں مادر پدر آزاد کہا جاتا ہے۔ ان سیاہ بخت اور بدباطن لوگوں کا محاسبہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ جن کے دورِ اقتدار میں ایسا ہو رہا ہے وہ خود کون ہیں؟

مجلس شوریٰ کے معزز رکن مولانا محمد مالک نے اپنے ایک اخباری بیان میں بجا طور پر کہا ہے کہ ان مرتدین کو غیر مسلم عناصر سے زکوٰۃ کیسی؟ ان سے تو جزیہ لیا جانا ضروری ہے ——— اور شیعہ کے بعد زکوٰۃ کے معاملہ میں یہ دوسری زبردست غلطی ہے جو حکومتی بزرجمہروں نے کی ——— انہیں فی الفور اس کا مداوا کرنا چاہیئے۔

★ دوسری گذارش ہم سواد اعظم اہلسنت کراچی کے اس کنونشن کے ضمن میں کرنا چاہتے ہیں جو ماہ رواں کی ابتداء میں حیدرآباد میں ہوا اور جس میں صوبہ سندھ کے علاوہ دوسرے مقامات کے بھی صحیح الفطرت سنی مسلمانوں اور علماء نے شرکت کی۔ اس کنونشن کی قراردادیں قومی پریس میں آچکی ہیں وہ سنی برادری کے دل کی آواز ہیں حکومت کی اس طرف توجہ ازبس ضروری ہے وہ عناصر جنہوں نے اسلام آباد کے بعد کراچی میں شیعیت کی بنیاد پر افراتفری پھیلائی ان کے ذمہ داروں کا کیا محاسبہ ہوا؟ اس سے اب تک قوم لاعلم ہے اور اگر اس میں مزید غفلت برتی گئی تو اس کے ہولناک نتائج نکلیں گے ——— ہمیں کراچی سواد اعظم کے سربراہ اور بیدار مغز و محقق و متحرک عالم دین مولانا سلیم اللہ صاحب کو بھیجے جانے والے اس خط کا فوٹو دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں انہیں کہا گیا ہے کہ ظہور الحسن بھوپالی کے انجام سے سبق سیکھو ورنہ تمہیں ٹھکانے لگا دیا جائے گا، اور تمہارے مدرسہ کو اڑا دیا جائے گا۔

مرکزی وزیر داخلہ کراچی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کے شہر

(باقی ۱۳ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

سُننِ نبویہؐ ▦ کامیابی کی ضمانت

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

بزرگان محترم، برادران عزیز!

ہمارے نیک دل، صالح فطرت اور خادم دین حکمرانوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ تعالےٰ کا نام بڑا اہم ہے۔ ان کا ایک ارشاد ہے۔ مشہور فقیہ اور ائمہ اربعہ میں سے ایک یعنی حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالےٰ اور دوسرے علماء اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے ——— میں اس عربی ارشاد کا اردو ترجمہ عرض کئے دیتا ہوں ———

"رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین نے بھی ——— ان کا اعتبار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق، اطاعت الٰہی کی تکمیل اور اللہ کے دین میں قوت حاصل کرنا ہے۔ کسی طرح نہ ان میں تغیر کرنا جائز ہے نہ بدلنا، اور نہ اس کے خلاف کسی چیز پر نظر کرنا۔ جو ان پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا اور جو ان سنتوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے مدد چاہے گا اس کی مدد ہوگی اور جو ان کے خلاف کرے اس نے مسلمانوں کے راستہ سے مخالف راستہ اختیار کر لیا اللہ تعالےٰ اس کو اس کی تجویز و اختیار پر چھوڑ دے گا اور پھر جہنم میں جلائے گا اور جہنم بُرا ٹھکانا ہے۔"

عزیزانِ من! اندازہ لگائیں، ایک خدا خوف، صاحب دل اور نیک طینت حکمران نے کتنی اچھی درست اور صحیح بات کہی ——— واقعہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے طریق کا اتباع ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے کہ پہلی امتوں کی طرح میری امت میں بھی فرقوں کا ظہور ہوگا بلکہ ان سے بڑھ کر۔ یہ فرقہ بندی ان لوگوں کو لے ڈوبے گی اور سب کو جہنم کا ایندھن بنا دے گی۔ صحابہؓ نے خوف زدہ ہو کر سوال کیا تو فرمایا محض ایک طبقہ نجات پائے گا اور وہ ہوگا میرے اور میرے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے والا۔

اس ارشاد رسالت کی روشنی میں عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ تعالےٰ کی بات کا وزن محسوس ہوتا ہے کہ ان سنتوں پر چلنا گویا کتاب الٰہی کی تصدیق ہے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی مدد نصیب ہوتی ہے۔ جو ان سے الگ راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جاؤ تمہاری رسی دراز ہو گئی اب تم جو چاہو کرو لیکن انجام جہنم ہے۔

(باقی ۸ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

ختمِ نبوّت اور مرزائی

اس حقیقت پر بے لاگ ایمان رکھیں

اور مرزائیوں کی دسیسہ کاریوں سے بچنے کے لئے منظّم جدوجہد کریں

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب)

محترم حضرات و معزز خواتین ! سورۃ الاحزاب کی مشہور آیت تلاوت کی گئی ہے جس میں سرکارِ دو عالم جانِ دو عالم قائدنا الاعظم المکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کی ختم نبوّت و رسالت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ آیت میں پہلے تو اس بات کا ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، اور پھر فرمایا گیا کہ لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

باپ ہونے کی نفی

حضور علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔ صاحبزادیاں جوان ہوئیں ان کی شادیاں ہوئیں اور ان میں سے تین کی اولاد بھی ہوئی جن کا سلسلہ بحمداللہ دنیا میں موجود ہے ان میں سے زیادہ شہرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کو حاصل ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کے پیش نظر آپؐ کی مذکر اولاد کو بچپن میں دنیا سے اٹھا لیا۔ صرف حضرت قاسم کے متعلق یہ روایت ہے کہ گھوڑے پر سوار ہونے کے قابل ہو گئے تھے۔ آپ کے صاحبزادوں کا دنیا میں موجود نہ رہنا دنیائے کفر کے لئے خوشیوں کا باعث تھا وہ سوچتے تھے کہ اس طرح آپ کا کوئی نام لیوا دنیا میں موجود نہ رہے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اولاد نہ رہی تو کیا ہوا آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور رسول اپنے نام لیواؤں کا روحانی باپ ہوتا ہے — اس طرح آپؐ کی اولاد دنیا میں بے حد و حساب ہوگی جو آپؐ کے نام کی بلندی کا باعث ہوگی۔ اور پھر رسول بھی ایسے جن کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں قیامت تک کے لئے آپؐ ہی ہیں گویا قیامت تک آپؐ ہی کے نام کا ڈنکا بجے گا۔

مزید آیاتِ ربّانی

تو حضور علیہ السلام کے ضمن میں دنیائے کفر نے جو غلط فہمیاں پھیلائیں یا اپنے طور پر خوشیاں منائیں اس ایک آیت نے ان سب کا پردہ چاک کر کے آپ کی عظمت کا پھریرا لہرا دیا۔ ویسے قرآن میں اس عنوان کی ایک سو آیات تو وہ ہیں جن کی مکمل تفصیلات ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ختم نبوّت کے حصہ اول میں درج کی ہیں مثلاً آیت اکمال دین ہے جو سورۃ مائدہ کے پہلے رکوع میں ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ آپؐ کے ذریعہ دین مکمل ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں آپؐ پر مکمل کر دیں جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اب مزید کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح متعدد آیات ہیں جیسا کہ عرض کیا اور آپ کے بعد کسی نئی نبوت سے متعلق قرآن عزیز میں کوئی اشارہ تک نہیں حالانکہ قرآن عزیز کا طریق یہ ہے کہ وہ جہاں کسی نبی کی بات کرتا ہے وہاں اس کے منہ سے یہ بھی کہلواتا ہے کہ میرے بعد اور بھی آئیں گے۔ سیدنا عیسےٰ علیہ السلام کا نمبر آیا تو ان کی زبان سے بھی مستقبل کی بات کہلوائی گئی لیکن جمع کے صیغہ نہیں واحد کے صیغہ سے اور اس کا نام متعین کر کے "اسمہٗ احمد" —— اور حضور علیہ السلام جو محمّد و احمد ہیں تشریف لائے تو آپؐ کی زبان سے اس دروازہ کے بند ہونے کا اعلان کرایا گیا۔

احادیث مبارکہ

قرآن کے بعد ہماری دوسری عظیم دینی بنیاد احادیث ہیں۔ سینکڑوں احادیث اس عنوان پر موجود ہیں۔ اور علماء نے ان روایات کو خبر متواتر قرار دیا ہے یعنی ایسی روایات جن کے نقل کرنے والے ہر دَور میں اتنے کثرت سے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق محال و ناممکن نظر آئے۔ اس کا حکم علماء نے واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ قطعی اور یقینی ہوتی ہیں اور اس کا علم بالکل بدیہی ہوتا ہے مثلاً جیسے کوئی کہے کہ لاہور ایک شہر ہے تو دوسرے آدمی نے گو لاہور نہ دیکھا ہو لیکن بنا بر شہرت اس کا اقرار کرے گا۔ احادیث میں آپؐ نے اپنے آپ کو قصرِ نبوّت کی آخری اینٹ قرار دیا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ نبوت تو ختم ہو گئی مبشرات یعنی اچھی خوابیں رہ گئیں —— ایک جگہ ہے کہ میری طرح میری مسجد بھی مساجد انبیاء کی خاتم ہے —— ایک جگہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا۔ تمہاری میری نسبت موسیٰ و ہارون علیہما السلام والی ہے ہاں میں آخری نبی ضرور ہوں — یعنی ہارون علیہ السلام نبی تھے تم نہیں —— اسی طرح دوسری طرف آپ نے متعدد جھوٹوں کے آنے کی خبر دی۔ بخاری مسلم اور احمد کی روایت کے مطابق تیس کے قریب دجالان اکبر اور کذابان اعظم کا پتہ بتایا۔

احادیث کے بعد آثار

احادیث کے بعد آثار و اجماع کا مسئلہ آتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو امت میں کسی دَور میں کوئی طبقہ ایسا نہیں رہا جو اس خصوصیت کبریٰ کے معاملہ میں غایت درجہ حساس نہ ہو اور تمام طبقات میں اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اہم ترین طبقہ صحابہ علیہم الرضوان کا ہے ان کے اجماع کو سب سے زیادہ اہم مانا گیا ہے اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ اجماع صحابہ کو صحت قطعیہ کہہ کر اس کے

اتباع کو فرض قرار دیتے ہیں آپ تاریخی طور پر غور کریں تو سرور کائنات علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام رض کا سب سے پہلا اجماع اسی عظیم مسئلہ پر ہوا اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اس کا منکر واجب القتل مرتد ہے۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کے معاملات سے ثابت ہے حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہ مدعی نبوت سے طلب دلیل کو بھی کفر سے تعبیر کرتے ہیں اور تاریخی حقیقت یہ ہے کہ امت ہر زمانہ میں اس قسم کے دجاجلہ کو مرتد سمجھ کر ٹھکانے لگاتی رہی انگریزی دورِ استبداد میں غلام احمد کادیانی کا وجود نامسعود ایک مستثنیٰ مثال ہے جو خاندانی طور پر انگریز کا کاسہ لیس تھا معمولی درجہ کا سرکاری ملازم تھا، اور ملازمت سے استعفیٰ دے کر مختلف مدارج طے کرتا ہوا صاحب وحی نبی کے مقام پر پہنچا —— چونکہ وہ انگریزی ضرورت سے نبی بنا تھا انگریز نے اسے تحفظ دیا لیکن علماء امت اور عام مسلمانوں نے اسے یا اس کی ذریت کو کبھی بھی اہمیت نہیں دی —— صاحب فتویٰ علماء کے ساتھ ساتھ عام غیور مسلمانوں نے بڑا سخت رول ادا کیا۔ جس کی روشن مثال علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان ہیں۔ پھر خانقاہ رائے پور اور علامہ سید انور شاہ علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں مجلس احرار اسلام کا تو اس معاملہ میں عظیم کارنامہ ہے حتیٰ کہ اس مسجد میں اور اس انجمن کے جلسہ میں ۱۹۲۶ء میں پانصد علماء نے علامہ کاشمیری کی قیادت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت قرار دے کر بیعت کی۔ علماء نے مرزائیت کے مرکز قادیاں سے لے کر عدالتوں تک اس کا تعاقب کیا حتیٰ کہ اس جد و جہد کا ایک حصہ ۱۹۷۴ء میں تکمیل پذیر ہوا۔

لیکن

ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے کیونکہ مرزائیوں کی سوسائٹی اپنے قائد کی جھوٹی نبوت کو سچا ثابت کرنے کے لئے نہ صرف پاکستان کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے بلکہ وہ عام شہریوں کا چین بھی لوٹ لینا چاہتی ہے جس کی بدترین مثال مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ جناب مولانا محمد اسلم قریشی کا اغوا ہے اور حیرت ہے کہ اتنے عرصہ کے بعد حکومت کے اہل کار منقار زیر پر ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ جہاں اس عقیدہ پر بے لاگ و لچک ایمان رکھا جائے وہاں اس طبقہ کی دسیسہ کاریوں سے امت اور اپنے کو بچانے کی منظم جد و جہد کی جائے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : مجلس ذکر

اس لئے ہم اکثر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اپنی پوری زندگی میں اطاعت رسول کا خیال کریں کہ یہی اصل ولایت کرامت اور بزرگی ہے۔ اس کے بغیر سب کچھ غلط اور بوالہی ہے اور اس سے جو ہٹتا ہے وہ توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اتباعِ سنن نبویہ کی توفیق بخشے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ماہانہ مجلس ذکر

حسب سابق انشاء اللہ تعالےٰ خضرا مسجد سمن آباد لاہور میں بعد نماز مغرب مورخہ ۵ رجون ۸۳ء بروز اتوار زیر صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم منعقد ہوگی دعوت عام ہے۔

ابن سعد

تعلیم القرآن سوسائٹی کا جلسہ تقسیم اسناد و انعامات

خدمتِ قرآنی کی درخشندہ مثال

لاہور کی معروف ترین شاہراہ مال روڈ کے وسط کا ریگل چوک بوجوہ بڑا مشہور ہے اور اس چوک میں واقع مسجد اپنی خوبصورتی و رعنائی اور مرکزیت کے سبب ایک اہم حیثیت اختیار کر چکی ہے —— مسجد پہلے بھی تھی لیکن ۱۹۶۵ء کے مردانِ حُر کی یاد میں اس کو نئے قالب میں ڈھالا گیا اور کراچی کی خوبصورت ترین مسجد طوبیٰ کے مطابق تعمیر کر کے اس کا نام مسجد شہداء رکھ دیا گیا۔

اپنے محل وقوع کے اعتبار سے یہ مسجد لاہور کی اہم ترین مساجد میں سے ایک ہے اور قومی و ملّی اجتماعات کے نقطہ نظر سے تو شاید نمبر ایک! کوئی تحریک ہو، کوئی قومی مسئلہ ہو یا اور اس قسم کی تقریب، زندہ دلان لاہور اس مسجد کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ انتخاب بہر طور درست ہوتا ہے۔ مسجد ہذا کے خطیب مولانا قاضی محمد یونس انور ایک فعال و متحرک شخصیت ہیں۔ ان کے گلے میں بلا کا رس ہے —— تقریر و درس میں مہارت حاصل ہے۔ نوجوان ہونے کے باوجود قرآن و سنت پر گہرا عبور ہے اور درس و تقریر میں اسی کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے —— مسجد کی انتظامیہ اہل خیر و صلاح تجار پر مشتمل ہے اور وہ بڑی خوبی سے نظام کو چلا رہے ہیں۔

***

آج یکم مئی ہے برعظیم کی تاریخ کے حوالہ سے یہ مہینہ بڑا اہم ہے، سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اس مہینہ میں شہید ہوئے۔ جن کی شہادت پر انگریز پھولا نہ سماتا تھا اور خوشی سے بار بار کہہ رہا تھا کہ "آج ہندوستان ہمارا ہے"۔ ٹیپو جیسے مرد جلیل و غیّور کے ساتھ سخت حادثہ رونما ہوا اس کی تہہ میں اُس عنصر کا مؤثر ہاتھ تھا جو یہود و مجوس کے ملغوبہ سے معرض وجود میں آیا۔ یعنی رافضی اور سبائی —— میر صادق جسے اقبال نے ننگِ دین و وطن کہا ہے اس طائفہ ناہنجار کا لیڈر و امام تھا اس کی بے حمیتی اور ضمیر فروشی کے سبب یہ المیہ رونما ہوا۔

پھر حضرت الامام ولی اللہ الدہلوی قدس سرہٗ کے افکار کی بنیاد پر تحریک مجاہدین کا پہلا دستہ اسی مہینہ میں بالاکوٹ میں اللہ کی راہ میں قربان ہوا۔ اس دستہ حق شناس کے سالار قافلہ حضرت الامیر السید احمد بریلوی قدس سرہٗ تھے تو حضرت مولانا الشاہ محمد اسمٰعیل الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سالار جنگ علی میاں کے بقول ان مردانِ حُر کی شہادت سے لے کر آج تک کوئی سورج ایسا طلوع نہیں ہوا جس کے طلوع کے بعد بے ننگ و نام افراد نے انہیں نئی نئی گالیوں کا نشانہ نہ بنایا ہو لیکن انہیں کیا معلوم کہ جان و مال کی قربانی کتنی مشکل ہے؟ اور یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کو قدرت بڑے

حوصلوں اور ولولوں سے نوازتی ہے جن کی نگاہیں ماضی کے افسانوں پر نہیں مستقبل پر ہوتی ہیں۔ اور جنہیں جنت کی خوشبو صاف محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اسی مہینہ میں ۱۸۵۷ء کی عظیم الشان جنگ آزادی کی ابتدا میرٹھ سے ہوئی۔ وہ جنگ جس نے دیکھتی آنکھوں پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کاسہ لیسان ازلی اگر اس جنگ میں "قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند" کا مظاہرہ نہ کرتے تو برعظیم کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا!

لیکن ستم یہ ہے کہ ان تینوں میں سے ایک واقعہ بھی تو ہمیں یاد نہیں، تعلیم و تہذیب انگریزی نے ہمارے دل بدل دئے، سوچ کے پیمانے تبدیل ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم سب کچھ بھول بھال چکے ہیں۔ اگر ہمیں یاد ہے تو شکاگو کے مزدوروں پر گولی چلنے کا قصہ! جنہیں ہم نے شہید بھی بنا دیا اور ان کی یاد میں چھٹی بھی کر دی۔ جہاں تک مزدور کا تعلق ہے وہ سرمایہ دار سے کہیں زیادہ اللہ کا محبوب ہے۔ حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔

"الکاسب حبیب اللہ" اور دین فطرت نے اس کے حقوق کو بھرپور طریق سے تحفظ دیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلموں کے لئے "شہید" جیسی مقدس دینی اصطلاح استعمال کی جائے۔ شکاگو میں جن مزدوروں کا خون بہا انسانی نقطہ نظر سے انہیں ہم سلام کہتے اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ان کی مظلومیت رنگ لائی ہے۔ مزدوروں کی جد و جہد کو نیا رنگ نصیب ہوا لیکن اے کاش کہ ہم یکم مئی ۱۸۸۶ء سے پہلے مدینہ و قبا کے ان مزدوروں کے حوالہ سے بات کرتے جن کے سرخیل امام الانبیاءؐ تھے اور جو اللہ کا گھر تعمیر کرنے میں مصروف تھے یا جو پیٹوں پر پتھر باندھ کر اسلام اور ملت کی خاطر خندق کھود رہے تھے اور یوں محو ترانہ تھے۔ ؎

اللّٰھم لا عیش الا عیش الاخرۃ
فاغفر الانصار والمھاجرۃ

مزدوری کے اس مقدس تصور سے غافل ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹریڈ یونینز اور پیشہ ور لیڈروں نے اپنی مناپلی قائم کر لی اور غریب مزدور پسنے لگے۔ اسے یکم مئی کو جلوس کی وقتی خوشی میں الجھا دیا گیا۔ سرخ جھنڈے کو لہرا کر باور کرا دیا گیا کہ بس سرمایہ دار کے دن گنتے جا چکے اب تمہاری باری ہے لیکن اس غیر مخلصانہ اور منافقانہ طرز عمل سے کیا ہوتا ہے؟

بہر حال یکم مئی کو لاہور کی اہم ترین شاہراہ مال روڈ پر جب مزدوروں کے غم میں آنسو بہانے والے لیڈر صاحبان مارچ پاسٹ میں مصروف تھے اسی مال کی خوبصورت ترین مسجد میں اہل علم و صلاح جمع تھے اور ساتھ ہی سینکڑوں کی تعداد میں عزیز بچے موجود تھے۔ اہل علم و صلاح اور عزیز بچوں کا یہ اجتماع تعلیم القرآن سوسائٹی رجسٹرڈ لاہور کی طرف سے منعقد ہو رہا تھا۔ یہ سوسائٹی آج سے دس برس قبل قائم ہوئی۔ پنجاب کے ایک نو مسلم خاندان کے عظیم فرزند شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند مولانا عبید اللہ انور اس سوسائٹی کے سرپرست مقرر ہوئے اور اب تک وہ یہ ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ صدر سوسائٹی قاری سید محمد ظریف صاحب ہیں۔ یو پی کے رہنے والے، دیوبند کے مایہ ناز فرزند، لاء کالج لاہور یونیورسٹی کے لائبریرین، سمن آباد مسجد خضراء کے خطیب اور سوسائٹی کے سیکرٹری حاجی ظہیر الدین صاحب ہیں، میرٹھ کے باسی ہیں، مرکزی گورنمنٹ کے ذمہ دار حاکم رہنے

کے بعد اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ غایت درجہ مخلص، قرآن کے شیدائی۔ کہنا چاہئے کہ وہ روح رواں ہیں ـــــ سوسائٹی بنی تو ایک مدرسہ، ایک مدرس اور چند طالب علم۔ اب ۳۲ مدارس ہیں مدرس ۴۰ کے قریب اور طلبا کی کل تعداد ۲۴۷۰ ہے۔ امسال ان مدارس سے جو حضرات فارغ ہوئے ان کی تعداد ۲۷۰ ہے۔ جن میں سے ۴۹ وہ خوش نصیب بچے ہیں جنہوں نے حفظ قرآن کی دولت حاصل کی ۲۱۱ ناظرہ فارغ ہونے والے ہیں اور ۱۰ وہ بالغ حضرات ہیں جو ۴۲ سال سے لے کر ۸۰ سال تک کے ہیں لیکن قرآن کا شوق انہیں مدرسہ کی چار دیواری میں لے آیا۔ ان طلبائے عزیز کو محض قرآن ہی نہیں پڑھایا جاتا بلکہ وہ جملہ عقائد و مسائل سکھائے جاتے ہیں جو ایک انسان کی بنیادی ضرورت ہیں۔

سوسائٹی کے دوسرے ممبروں میں ڈاکٹر عبید اللہ صاحب اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، صوفی محمد ابراہیم صاحب (ایم۔ ایم ابراہیم) میاں محمد صادق صاحب منوں موٹرز، محمد اشرف صاحب اور معاونین خاص میں پروفیسر محمد اسلم صاحب (شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی) حاجی محمد انور صاحب، محمد خالد صاحب اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔

سوسائٹی کو خوش قسمتی سے اچھے اساتذہ میسر آئے ہیں اور ساتھ ہی ایک اچھے انسپکٹر جن کا نام قاری مقبول الرحمٰن قریشی ہے۔ آزاد کشمیر کے باشندے، خانقاہ قادریہ راشدیہ شیرانوالہ کے پرانے متوسل، غایت درجہ شریف، متواضع اور محنتی، مدارس کا مسلسل معائنہ کرنا، ان کی کارکردگی کو دیکھنا اور مفید مشوروں سے نوازنا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی محنتوں کو بڑا دخل ہے۔

سوسائٹی فارغ بچوں کو انعامات و سندات تقسیم کرنے کی غرض سے ہر سال اس تقریب کا اہتمام کرتی ہے۔ امسال یہ تقریب مسجد شہداء میں ہوئی۔ صدر جلسہ تو حسب معمول مولانا عبید اللہ انور تھے۔ جبکہ امسال کے مہمان خصوصی حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے خادم و خلیفہ اور معروف خادم قرآن مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ہفت روزہ خدام الدین کے ایڈیٹر مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی نے ادا کئے۔ علوی صاحب سوسائٹی کے باقاعدہ ممبر بھی ہیں۔ اور اب مولانا عبید اللہ انور کی منظوری سے انہیں باقاعدہ ناظم نشریات بنا دیا گیا ہے۔ علوی صاحب نے ۵ گھنٹہ تک جس جانفشانی و محنت سے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دئے وہ ان کی روایتی حوصلہ مندی کی دلیل تھی۔

سالہا سال کے معمول کے مطابق انعامات و سندات کی تقسیم سے قبل متعلقہ مدارس کے بچوں نے حسن قرأت، تقاریر اور دینی مسائل کا مکالمہ پیش کیا۔ حسن قرأت کے مقابلہ میں ۱۵ بچوں نے حصّہ لیا اور منصف کے فرائض قاری سیّد محمد ظریف صاحب نے ادا کئے اس مقابلہ میں حبیب الرحمٰن پاور ہاؤس اوّل، زین العابدین جامعہ محمدیہ شمس آباد شاہدرہ دوم اور محمد صدیق مدرسہ تعلیم القرآن رحمان پورہ سوم آئے۔ تقاریر کے مقابلہ میں ۱۷ بچوں نے حصّہ لیا اس مقابلہ کے منصف پروفیسر محمد اسلم صاحب تھے اور اس میں ملک آفتاب احمد مدرسہ غفوریہ ماچس فیکٹری شاہدرہ اول، محمد عامر مدرسہ تعلیم القرآن مصطفےٰ آباد (دھرم پورہ) دوم اور سعید الرحمٰن مدرسہ تعلیم القرآن توحید نگر لاہور سوم آئے۔ جبکہ مکالمہ مسائل میں ۱۶ جوڑوں نے حصّہ لیا ــــ اس مقابلہ کے منصف بھی پروفیسر محمد اسلم صاحب تھے۔ اوّل پوزیشن مظہر اقبال، زین العابدین جامعہ محمدیہ شاہدرہ نے دوسری پوزیشن

صفی الدین، فتح محمد ماچس فیکٹری شاہدرہ نے اور تیسری پوزیشن محمد منیر، طاہر محمود جنازگاہ شاہدرہ نے حاصل کی۔

اب قاری سید محمد ظریف صاحب مائیک پر آئے انہوں نے بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ سوسائٹی کی کارکردگی پیش کی اور بتلایا کہ کس طرح چند مخلص احباب نے اس سوسائٹی کی داغ بیل ڈالی اور اب کس طرح یہ ترقی کے منازل طے کر رہی ہے

اب سٹیج سیکرٹری نے مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کو دعوت دی۔ اور بتلایا کہ حضرت قاضی صاحب کس طرح حضرت الامام لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشن کے امین و وارث بن کر جگہ جگہ خدمت و درس قرآنی میں مشغول ہیں۔ ان کے درس قرآن کا ماہانہ سلسلہ پشاور، ایبٹ آباد، پنڈی، ٹیکسلا اور جگہ جگہ پھیلا ہوا ہے جبکہ ان کے درس گاہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اور اب تو وہاں منزل انوار القرآن بن چکی ہے جس میں سینکڑوں بچے مصروف تعلیم ہیں تو ماہانہ دروس میں سینکڑوں افراد شریک ہوتے ہیں۔ قاضی صاحب غایت درجہ انکساری کے ساتھ مائیک پہ آئے کیونکہ ان کے مخدوم زادہ مکرم امام الھدیٰ مولانا انور موجود تھے ان کی اجازت سے بہت مختصر خطاب کیا۔ سوسائٹی کی کارکردگی کو سراہا۔ اس کے کارکنوں کو مبارکباد دی اور بڑی وضاحت سے بتلایا کہ آج لاہور ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں مشعل قرآنی جس طرح جگمگا رہی ہے یہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کا فیضان ہے۔

اب سندات و انعامات کی تقسیم کا نمبر تھا۔ علوی صاحب اعلان کرتے جا رہے تھے، حاجی ظہیر الدین صاحب کتابیں اور سندات علوی صاحب کو دیتے۔ وہ مولانا انور کی خدمت میں پیش کرتے اور مولانا متعلقہ طالب علم کو محبت کے ساتھ سر پر ہاتھ پھیر کر دے دیتے۔ سب سے پہلے ان طلباء میں انعام تقسیم کئے گئے جو حسن قرأت، تقاریر اور مکالمہ میں اول دوم سوم آئے تھے۔ پھر سندات اور انعامی کتابیں اجتماعی طور پر اساتذہ کے سپرد کر دی گئیں تاکہ وہ اپنے اپنے مقام پر بچوں میں بانٹ دیں۔

اب علوی صاحب نے قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کے مصرعہ طرح پر گفتگو کرتے ہوئے بتلایا کہ حضرت لاہوری کو جب لاہور میں پابجولاں لایا گیا تو لاہور کی حالت یہ تھی کہ لاہور بھر میں کسی طرح درس قرآن کا اہتمام نہ تھا صرف ایک مقام پر مثنوی کا درس ہوتا تھا اور بس — حضرت لاہوری نے اپنے استاذ و مخدوم مولانا سندھی کے ہاتھ پر درس قرآن کی جو بیعت کی تھی اسے انہوں نے اس طرح نبھایا کہ ریل میں جیل میں، سفر میں حضر میں کہیں اس کا ناغہ نہ کیا۔ ابتدا میں بڑی مشکلات آئیں اور درس میں بس گنتی کے افراد ہوتے تھے لیکن پھر جو خلق خدا کا رجوع ہوا تو قدیم و جدید دنیا کے لاتعداد لوگوں نے دور دراز سے آ کر استفادہ کیا۔ حضرت سے استفادہ کرنے والوں میں اہل علم و صلاح کی نامور شخصیات کے ساتھ ساتھ دنیائے جدید کی قدر آور شخصیات شامل تھیں۔ اور یہ سوسائٹی بھی انہی کا بالواسطہ فیض ہے اور

اس سے قبل کہ مولانا عبیداللہ انور نصیحت و دعا کی دعوت دیں چندہ کی اپیل کے بجائے یہ درخواست کروں گا۔ کہ جن جن علاقوں میں مدارس کی ضرورت ہے وہاں کے لوگ ہم سے رابطہ کریں اور جو مدارس مصروف تدریس ہیں ان میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں یہی ہمارا چندہ ہے۔

اب مولانا انور بصد شان زیبائی مائیک پر آئے۔ مختصر خطبہ مسنونہ کے بعد انتہائی مختصر خطاب فرمایا اور بتلایا کہ قرآن عزیز شفاء لما فی الصدور ہے۔ انسانوں اور قوموں کی نجات و فلاح اسی سے وابستہ ہے۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو اپنی زندگی اس مقدس مشن میں کھپا رہے ہیں۔ انہوں نے سوسائٹی کے اراکین کو، اساتذہ کو اور بچوں نیز ان کے والدین کو زبردست مبارکباد دی۔ اور فرمایا کہ آپ لوگ اس دنیا میں جنت کی بہاریں لوٹ رہے ہیں کہ کلام الملوک کی خدمت میں منہمک و مصروف ہیں۔ انہوں نے علوی صاحب کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے مدارس کا خود میر سامان ہے ہماری کوئی خواہش نہیں سوائے اس کے کہ آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو ان اداروں میں داخل کرائیں۔ اور انہیں قرآنی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

بعد میں انہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے دعا کی۔ جس کے بعد مدارس کے بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی ہم ۵ گھنٹہ تک اس مبارک محفل میں شریک ہو کر بصد خوشی و مسرت واپس لوٹے اور ہمارے دل سے بے ساختہ دعائیں نکلنے لگیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ساقی کے خم خانہ کو آباد رکھے۔ ع

(یں) دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بقیہ : اداریہ

میں بھوپالی قتل ہو گیا اور وہ اب تک وزیر داخلہ ہیں —— اگر مولانا سلیم اللہ صاحب یا ان کے مدرسہ یا کسی دوسرے غیور سنی بھائی کو نقصان پہنچا تو وزارت داخلہ اور اس سے اوپر مارشل لاء حکمرانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ —— مولانا سلیم اللہ ہمارے قابل احترام رہنما، اور سواد اعظم ہماری عظیم متاع ہے اور پھر یہ حضرات اپنے حقوق کے لئے قانون کے دائرہ میں مصروف عمل ہیں۔ ان کو اس قسم کی دھمکیاں دینے والے غیر ملکی ایجنٹ تو ہو سکتے ہیں۔ محب وطن پاکستانی نہیں — ہم غیر ملکی اخبارات و رسائل کے حوالہ سے ایران اسرائیل گٹھ جوڑ پر ایک مقالہ شائع کر چکے ہیں —— ایرانی سفارت کار اپنی تمام تر پھرتیوں کے باوصف اس کی تردید نہیں کر سکے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔ اور تاریخی تسلسل اس کی تائید کرتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو یہاں "خمینی رہبر ما" کے نعرے لگاتے ہیں اور اس کی تائید میں جلوس نکالتے اور ہنگامے کرتے ہیں، ان کے چہروں کو پہچاننا مشکل نہیں اور جب کہ گذشتہ عرصہ میں ایرانی کرنسی پکڑی جا چکی ہے اور کئی مشتبہ ایرانی گرفتار ہو چکے ہیں تو اس کے بعد بگاڑ کے ذمہ داروں کو پہچاننا مشکل نہیں۔

بہر طور حکومت پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ کا بھی سنجیدگی سے جائزہ لے اور ملک کو خلفشار سے بچائے۔

برادران اہلسنت کی بیداری وقت کی رفتار کو پہچاننا، آپس میں مؤدت و محبت وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں خدا کرے ان کی آنکھیں جلد کھلیں۔

علوی ۱۵ شعبان [illegible]

دعائے مغفرت

حضرت اقدس کے خادم خاص حاجی بشیر احمد کی خالہ اور جناب حاجی ظہور احمد صاحب پروپرائٹر موتی چور انارکلی والوں کی پھوپھی گذشتہ دنوں قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ادارہ خدام الدین سوگواران کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

محمد سمیع اللہ صاحب، اسلام آباد

قسط ۲

تنزانیہ

ظلم کی چکّی میں پستی ہوئی مُسلمان اکثریت

اسلامی دُنیا کے لئے لمحۂ فکریہ

متمول مسلمان مردوں میں تعدّد ازدواج بھی عام ہے۔ فی الحقیقت بہت سے مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کا اثر محض سطحی ہے۔ اسلامی اصولوں کی حقیقی پیروی کم ہے۔ پنجگانہ نماز عام بالکل نہیں۔ شہروں میں نماز پنجگانہ اگر ہوتی بھی ہے تو مشکل سے سو کے لگ بھگ نمازی جمع ہوتے ہیں۔ جہاں تک دیہاتی علاقوں کا تعلق ہے، رمضان کے ساتھ ہی نماز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ رمضان کے مقدس مہینے کے دوران بھی تراویح کی نماز پابندی سے ادا نہیں کی جاتی۔ ہاں عشاء کی نماز کا کچھ التزام ہو جاتا ہے۔

بہت کم مسلمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں اگر اکثر کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زکوٰۃ ہے کیا؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اسلامی معاشرے میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ زکوٰۃ کن کن کو ادا کی جاتی ہے اور کیسے جمع کی جاتی ہے؟

صرف موت، شادی اور میلاد کے مواقع پر مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ہاں، جہاں جہاں تصوف کے سلسلے پائے جاتے ہیں مثلاً قادری اور شاذلی سلسلے، وہاں بھی مسلمان مل بیٹھتے ہیں۔ جس سلسلے سے منسلک کسی مُسلمان کی موت واقع ہو جائے تو اس سلسلے سے وابستہ مرد اور عورتیں مل کر ذکر و اذکار کرتے ہیں۔

تجارت اور تجار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ایک عام متمول مسلمان افریقی کے پاس کچھ گاڑیاں، آٹا پیسنے کی مشین اور مچھلی کا شکار کرنے کے لئے کچھ کشتیاں ہوتی ہیں۔ ان متمول مسلمانوں کے کاروبار میں شراب خانے، بیئر کی دکانیں اور چور بازاری بھی شامل ہوتی ہے۔ ان مسلمانوں کی زندگیاں تناقص اور تضادات سے پُر ہیں۔ نماز ادا کی جا رہی ہے لیکن ساتھ ساتھ شراب نوشی، زنا اور لڑکیوں کا تعاقب بھی جاری ہے۔ بہت کم مسلمان محتاط اسلامی زندگی بسر کرتے ہیں۔

کچھ مخیر مسلمان، مساجد اور مدارس کی تعمیر کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرتے ہیں۔ عام طور پر صرف شہری علاقوں میں ہی خوبصورت مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔ اکثر امیر مسلمان حج پر بھی جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج کرنا اور الحاج کہلانا معاشرے میں عزت و امتیاز بھی دلا دیتا ہے یہ اور بات ہے کہ حج سے واپس آنے کے بعد بھی اکثریت اسلامی زندگی گزارنے سے انحراف ہی کرتی ہے۔

متمول مسلمان زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو استعمار کے زمانے میں درجہ چہارم تک تعلیم پا سکتے تھے۔ یہ حکومت اور پارٹی کے لیڈر بھی رہے اور پھر عمر یا صحت کی وجہ سے ریٹائر ہو گئے۔

جدید تعلیم کی بنیاد مشن سوسائٹیوں نے ڈالی۔ اس وقت تنزانیہ کو ٹانگانیکا کہتے تھے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں نے ابتدائی اور ثانوی سکول اور تعلیمی اور زرعی کالج قائم کئے۔

اس وقت ان اداروں میں تعلیم پانے کے لئے عیسائی بننا ضروری تھا۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بننا پڑا۔ جو عیسائیت قبول نہیں کرتے تھے انہیں بھی کلیسا میں جانا پڑتا تھا۔ انجیل کا مطالعہ لازمی تھا اور اس کا امتحان بھی پاس کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح ایک طویل عرصے تک عیسائیت کے بہت قریب رہنے کی وجہ سے بہت سے مسلمان تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھی اسلام کی طرف مراجعت نہ کر سکے۔ جو اسلام کے دامن میں واپس آ گئے وہ بھی صحیح مسلمان نہ بن سکے اور نصف عیسائی اور نصف مسلمان ہو رہے

ہے جن کا علم اسلام کے بارے میں واجبی سا ہے۔ وہ اس مخمصے میں ہیں کہ فریقین میں کون حق پر ہے اور کون غلط ہے۔ اس کشمکش کے نتیجہ کے طور پر متحارب گروہوں کا ابھرنا قدرتی امر ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

ارشادِ خداوندی ہے :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخرہ و ذکر اللہ کثیرا۔

(الاحزاب ۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کار اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکمت عملی کا مطالعہ کرتے ہیں تو رہنمائی کے لئے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

اولاً ـــــ آپ نے بجا طور پر شرک کو بدترین عمل قرار دیا اس لئے کہ یہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ تیرہ سال کے طویل عرصہ میں فقط لا الہ الا اللہ کی تبلیغ کی گئی۔ اس حکمت عملی سے پیغمبر خدا کے لئے بے شمار مشکلات پیدا ہوئیں۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ حکمت عملی بہترین تھی۔ آپ نے جاہلیت کے خلاف جدوجہد کو ملتوی نہ فرمایا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرک کے ضمن میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہیں لایا جا سکتا۔ قطع نظر اس سے کہ اس راستے میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ سامنے آئیں۔

ثانیاً ـــــ راہِ راست پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے کے لئے آپ نے فقط قرآن اور سنت کو راہنما قرار دیا اور دیگر فلسفہ ہائے حیات کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔

ثالثاً ـــــ عمل اور نظریہ میں تضاد نہ تھا۔ قرن اول کے مسلمان ہر کام قرآن کے احکام کے مطابق سرانجام دیتے تھے۔ ان کی زندگیاں ان کے ارشادات کا مظہر ہوتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آنحضرت کے کردار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ آپ کا کردار و اخلاق قرآن تھا۔ یعنی آپ قرآن کی بتائی ہوئی صفات کا مظہر تھے۔

رابعاً ـــــ اسلام کی آغوش میں آنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر کی زندگی سے اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان بآسانی اپنے طور طریقے سے پہچانا جا سکتا تھا۔

خامساً ـــــ حکمتِ عملی یہ تھی کہ دوسروں کو بدلنے سے پیشتر اپنے آپ کو بدلو۔

اس بات پر ہمارا پختہ یقین ہے کہ جو حکمتِ عملی شروع کے مسلمانوں نے اپنائی تھی وہی اب بھی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ ہاں، اپنے حالات کے مطابق ہم اس میں کہیں کہیں ترمیم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہماری تجویز یہ ہے کہ مطالعہ قرآن کے چھوٹے چھوٹے حلقے قائم کئے جائیں۔ ان کے ارکان مختصر تعداد میں ہوں۔ وہ اپنی انفرادی زندگیوں میں اسلام پر پورا پورا عمل کریں۔ اور ساتھ ہی تبلیغ کا فریضہ بھی سرانجام دیں۔ ان کا ابتدائی مقصد عددی نہیں ہونا چاہئے۔ ان حلقوں یا مراکز میں لائبریریاں بھی قائم ہونی چاہئیں۔ اور نجی کاروباری ادارے بھی جب تک ہر حلقہ حقیقی مقصد سامنے رکھے گا، انشاء اللہ کامیابی کا حصول یقینی ہوگا۔

مسلمان تنظیمیں ان کی کوتاہیاں اور مجبوریاں

کالعدم "ایسٹ افریقن مسلم سوسائٹی" پر پابندی عائد ہو جانے کے بعد ۱۹۶۹ء میں نیشنل مسلم کونسل (BAKWATA) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نیشنل مسلم کونسل تنزانیہ کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم ہے۔ لیکن اسے کبھی عوامی حمایت حاصل نہیں ہو سکی۔ ہم یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تنظیم کی موجودگی کے باوجود یہاں کے مسلمانوں میں اتحاد کی فضا پیدا نہیں ہوئی۔ جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء میں کونسل نے ایک خود مختار مسلم یوتھ موومنٹ کی تشکیل کی اجازت دی۔ لیکن بدقسمتی سے BAKWATA کی کاہلی اور بے اثری کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے مختلف گروہ ہی آج اسلام کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ گروہ مخلص اور پرجوش مسلمانوں کی قیادت کے باوصف، غیر مؤثر ہیں۔

وجہ صاف ظاہر ہے۔ افرادی قوت کی کمی، تعلیمی معیار کی پستی اور مالی اور مادی ذرائع کی بے بضاعتی۔ ماسوڈ (MSAUD) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ دار السلام یونیورسٹی کے مسلمان طلباء کی تنظیم ہے۔ اس کے دو مقاصد ہیں تعلیم کا حصول اور یونیورسٹی کے اندر اور باہر اسلام کی تبلیغ۔ اس تنظیم نے یونیورسٹی میں مارکسی اثرات کے زہر کو روکنے کے لئے بہت کام کیا ہے۔ یہ ششماہی سیمینار منعقد کرتی ہے جون ۱۹۸۱ء میں زکوٰۃ کے موضوع پر سیمینار منعقد کیا گیا اس تنظیم کا ایک سہ ماہی مجلہ بھی "الاسلام" کے نام سے شائع ہوتا ہے "مسلم" کے نام سے ایک ماہنامہ نیشنل مسلم کونسل کی طرف سے سواحلی زبان میں بھی نکلتا ہے۔

ماسوڈ (MSAUD) کا سب سے بڑا مسئلہ مالیاتی منصوبوں کا فقدان ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ تنظیم مالی وسائل جمع کر رہی ہے۔ تاکہ ۱۹۸۳ء/۱۹۸۲ء تک کسی قابل عمل منصوبے پر کام شروع کر سکے۔

"وارشا" مسلمان ادیبوں کی تنظیم کا نام ہے۔ یہ تنظیم چند نوجوانوں نے ۱۹۷۵ء میں قائم کی۔ اس کا مقصد عربی اور انگریزی سے سواحلی زبان میں زیادہ سے زیادہ اسلامی لٹریچر کا ترجمہ کرنا ہے۔ سواحلی زبان تنزانیہ میں مقبول عام زبان ہے۔ اور درحقیقت تمام مشرقی افریقہ میں سمجھی جاتی ہے۔ اب تک مبادیات اسلام سے متعلق سات مختلف تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں جس سے ملک کے طول وعرض میں بے شمار مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس تنظیم کے بھی وہی مسائل ہیں۔ افرادی قوت کی کمی، پرنٹنگ پریس کا نہ ہونا اور اساتذہ کا فقدان۔ تاہم MSAUD اور "وارشا" ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کر رہی ہیں۔

تحریک تبلیغ

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے تبلیغ کا کام انفرادی سطح پر ہو رہا ہے تاہم "جماعت تبلیغ" کے نام سے بھی ایک تنظیم کام کر رہی ہے۔ اس کا مرکز وسطی تنزانیہ میں ہے۔ یہ اصل میں کچھ ایشیائی مسلمانوں کی مساعی کا نتیجہ تھی لیکن اب افریقی مسلمان بھی اس میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس تنظیم کے پاس مناسب مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور افرادت کی سخت کمی ہے۔ مالی ذرائع بھی کوئی خاص نہیں۔ لیکن ان کمزوریوں کے باوجود یہ واحد تنظیم ہے جو اسلام کے لئے خلوص اور جذبے کے ساتھ مصروف عمل ہے۔

کچھ پرجوش مسلمان نوجوان سکولوں میں تبلیغ کا فرض سرانجام دے رہے ہیں۔ ریڈیو تنزانیہ دار السلام کے "بیرونی سروس" کی طرف سے ایک ریڈیو پروگرام گذشتہ دس برس سے ہر جمعہ کے دن ہو رہا ہے یہ پروگرام ایک پاکستانی مسلمان پیش کر رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کے قیام کے اجازت نامہ کی متعلقہ حکام کی طرف سے تجدید نہیں کی گئی۔

دار الحکومت (دار السلام) میں قومی میلے کے دوران ہر سال اسلامی کتابوں اور دیگر اشیاء کی نمائش بھی منعقد کی جاتی ہے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر اس نمائش کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔

بعض علاقوں میں مسلمان طلباء کی تنظیمیں بھی کام کر رہی ہیں لیکن مناسب تربیت، لٹریچر اور مالی ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مؤثر نہیں ہیں۔

MSAUD، وارشا اور جماعت تبلیغ کے علاوہ کوئی قابل ذکر تنظیم نہیں۔ شیعہ مسلمانوں کی تنظیم بلال مسلم مشن کے نام سے کام کر رہی ہے۔ اور پندرہ روزہ مجلہ بھی "دی نائٹ" کے نام سے شائع کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بیس کتابچے بھی تبلیغ کے نکتہ نظر سے شائع کئے ہیں۔ مجلہ کی اطلاعات کے مطابق سینکڑوں افریقی خاندان ان کی دعوت قبول کر چکے ہیں۔ بہت سے افریقی طلبہ، اعلیٰ مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے قم (ایران) بھی بھیجے گئے ہیں۔ اسلام سے متعلق مضامین اور سیاسی خبروں پر مشتمل سواحلی زبان میں لکھے گئے کئی رسائل اور کتابیں ایران سے مشرقی افریقہ کے ممالک میں بھیجی جاتی ہے۔

اصلاح احوال کے لئے تجاویز

تنزانیہ میں اسلام کے ضمن میں اصلاح احوال کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں:۔

۱۔ چونکہ منظم تبلیغی کام کی بہت زیادہ کمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ کچھ مخلص نوجوانوں کو منتخب کر کے انہیں مناسب مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا جائے تاکہ وہ تبلیغ کا کام سنبھال سکیں۔

۲۔ ثانوی اور اعلیٰ درجے کے تعلیمی اداروں میں تقسیم کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے۔

۳۔ یوتھ سنٹر کا قیام یہ سکولوں میں مسلمان طلباء کے ثقافتی مراکز قائم کرے گا۔ ہفتہ وار سیمینار اور تعلیمی اجتماع بھی ان کی وساطت سے منعقد کئے جا سکتے ہیں۔

۴۔ اسلامی لٹریچر کی مقامی طور پر اشاعت کے لئے ایک پرنٹنگ پریس کا قیام۔

۵۔ مسلمان ممالک سے معروف علماء اور دانشوروں کے دورے۔ اس سے اسلامی اخوت کا آفاقی احساس پیدا ہوگا۔

۶۔ دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کی طرف سے کتابوں کے عطیات تاکہ ایک مرکزی اسلامی لائبریری قائم کی جا سکے۔

۷۔ اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کسی کاروباری منصوبے یا بینک کا قیام تاکہ اس کے منافع سے بیت المال قائم کیا جا سکے۔

۸۔ دار السلام، موشی، ٹانگا، ارنگا اور دوسرے بڑے شہروں میں ایسے کتاب خانوں کا قیام جن میں اسلام کے بارے میں لٹریچر موجود ہو۔ خاص کر سواحلی زبان میں۔

۹۔ زنجبار میں تقریباً ۹۸ فیصد مسلمان ہیں۔ اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے وہاں اسلامی یونیورسٹی کا قیام از حد ضروری ہے۔ اس یونیورسٹی کے قیام کا اولین مقصد یہ ہوگا کہ مخلص مرد اور عورتیں وہاں سے فارغ التحصیل ہوں اور مختلف شعبوں میں اسلام کی خدمت کریں۔

۱۰۔ تنزانیہ میں ایسے تربیت یافتہ اساتذہ کی شدید کمی ہے جو مقامی سکولوں میں طلبہ کو اسلامیات کی تعلیم دے سکیں۔ اسلامیات کے ۴۵ منٹ پر مشتمل دو پیریڈ ہوتے ہیں مسلمان طلبہ میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے اس وقت کو زیادہ سے زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرنا چاہئے۔

حرف آخر
اور مسلمان دشمن قوتوں سے انتباہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تنزانیہ میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ تو پھر مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی میں کون سا امر مانع ہے؟ مسلمانوں کے خلاف مندرجہ ذیل قوتیں مصروف عمل ہیں۔

۱۔ مسلمانوں سے متعصبانہ سلوک

ملک میں باعزت ذریعہ روزگار حاصل کرنے کا واحد ذریعہ دنیاوی تعلیم ہے۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں اس کی بہت زیادہ کمی ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ تعلیم اٹھارویں صدی کے آخر میں کلیسا نے شروع کی تھی اور اس کا حقیقی مقصد استعمار کو دوام اور تقویت بخشنا تھا۔ چنانچہ سکولوں میں داخلہ یا تو عیسائی طلبہ کو ملتا تھا یا ان مسلمانوں کو جو عیسائیت قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ اس صورتِ حال کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ان سکولوں سے دُور رہے۔

۱۹۶۱ء میں آزادی حاصل ہوئی تو حکومت نے ہر ایک کے لئے مفت تعلیم کی پالیسی کا اعلان کیا۔ ۱۹۶۴ء میں کچھ مخصوص چرچ مشن سکول اور کچھ دیگر نجی سکول جن میں مسلمانوں کے سکول بھی شامل تھے، قومیا لئے گئے۔ اس کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں——

۱۔ ۱۹۶۱ء کے بعد استعمار کے خلاف سیاسی جدوجہد کی وجہ سے مسلمان اپنی حالت زار کے بارے میں حساس ہو چکے تھے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ تعلیمی انحطاط کو دور کرنے کی واحد صورت عیسائیوں کی طرح مسلمان سکولوں کا قیام تھی (قومی تحویل میں لینے کے) اعلان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس احساس زیاں کو کھو بیٹھیں اور حسن ظن میں مبتلا ہو جائیں۔

۲۔ استعمار کے زمانے میں عیسائی (مشن) سکول حکومت سے براہ راست فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ آزادی کے بعد اس صورتِ حال سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو سکتا تھا۔ قومیا لینے سے حکومت عیسائی (مشن) سکولوں کی سرپرستی جاری رکھ سکتی تھی۔ اور مسلمان شکایت بھی کر سکتے تھے۔

۳۔ ۱۹۶۴ء تک پرائمری سکول چلانے کے لحاظ سے مسلمان خاصی پیشرفت کر چکے تھے۔ اور اب ثانوی درجے کے مدارس کھولنے کی فکر میں تھے۔ قومی تحویل میں لینے سے یہ پیش رفت خود بخود رُک گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کے سکول قومی تحویل میں لینے کا ایک مقصد ان پر تعلیمی تسلط قائم کرنا بھی تھا لیکن دوسری طرف بہت کم عیسائی سکول قومی تحویل میں لئے گئے۔ بہت سے سکول جوں کے توں آزاد رہے۔ پھر ۱۹۶۹ء میں مسلمانوں پر عظیم ترین افتاد پڑی۔ مدارس اور سکول قائم کرنے والی واحد اسلامی تنظیم "ایسٹ افریقن ویلفیئر سوسائٹی" پر پابندی

لگا کر کالعدم قرار دیا گیا۔

آزادی حاصل ہوتے کے دو سال بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم مفت قرار دے دی گئی۔ اس سے کئی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

• مثلاً یہ کہ مسلمان آبادی کے تناسب سے مسلمان طلبہ کی تعداد (فیصد کے لحاظ سے) مقرر کی جا سکتی ہے۔

• چونکہ مذکورہ بالا تعلیمی پالیسی کو نافذ ہوئے بیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ سیاسی اقتصادی اور دیگر شعبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب کے رُخ پر جا رہی ہو۔

• لیکن ان منطقی مفروضوں کے برعکس اصل صورت حال مختلف ہے۔

• پرائمری سکولوں میں مسلمان طلباء کی تعداد آبادی کے تناسب سے ہے۔ لیکن ثانوی اور ہائی سکولوں میں صورتحال بہت تشویشناک ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے ضمن میں خاص کر ملک کی واحد یونیورسٹی میں صورت حال اور بھی ابتر ہے۔ یونیورسٹی میں مسلمانوں کی تعداد محض ۵ سے ۱۰ فیصد تک ہے۔

• سیکولر تعلیم مفت ہونے کے باوجود انتظامی آسامیوں پر بہت کم مسلمان تعینات ہیں۔ زیادہ تر انہیں کلرک یا مزدور کے طور پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ یا وہ کاشتکاری کا کام کرتے ہیں۔

• بظاہر تو ہر ایک کے لئے مساوی مواقع بہم پہنچانے کی پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔ [illegible] مندرجہ ذیل تلخ حقائق اس پالیسی کا منہ چڑا رہے ہیں۔

• قومی تعلیمی سرگرمیوں میں کلیسا کا عمل دخل بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ چرچ سکول جو صرف عیسائی طلبہ کے لئے ہیں، اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بھاری تعداد میں امیدوار بھیجتے ہیں۔ دوسری طرف پرائمری پاس مسلمان طلبہ جب ثانوی اور اعلیٰ اداروں کا رُخ کرتے ہیں تو انہیں سخت مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔

مسلمان طلباء پر اعلیٰ تعلیمی اداروں کے راستے تنگ کئے جا رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ممالک اور اسلامی تنظیمیں تنزانیہ کے مسلمان طلبہ، تنزانیہ سے باہر ایسی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بہم پہنچائیں۔ جہاں وہ اعلیٰ دنیاوی تعلیم حاصل کر سکیں اور ساتھ ہی اسلامیات کا مضمون بھی پڑھ سکیں۔ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ تنزانوی مسلمان طلبہ کی ایک کثیر تعداد پہلے ہی بھاری نقصان اٹھا رہی ہے۔

۲۔ کلیسا

کلیساؤں کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:۔

الف: منزل اور نظریاتی لحاظ سے اکھڑے ہوئے مسلمانوں اور قدیم مذاہب کے افریقیوں کو عیسائی بنانا چرچ کے مقاصد میں سرفہرست ہے۔ تبلیغ کے ذرائع میں ریڈیو پروگرام بھی شامل ہیں۔ یہ پروگرام مارنگو، موشی اور دو دوما میں ریکارڈ کئے جاتے ہیں۔ دیگر ہتھکنڈوں میں معاشرتی بہبود کے منصوبے شامل ہیں مثلاً پانی، شفاخانے، یتیم خانے، معذوروں کے لئے مراکز اور نابیناؤں کے سکول وغیرہ۔ ان ذرائع کی مدد سے اسلام کے خلاف موثر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

ب۔ ایک اور مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کی بالادستی قائم کی جائے۔ تعلیم کے میدان کو اس مقصد کے لئے اس حد تک کامیابی سے استعمال کیا گیا کہ آج تنزانیہ ہر لحاظ سے عیسائی دکھائی دیتا ہے۔ پبلک سیکٹر میں ۵۰ فیصد سے زیادہ اسامیاں ان سکولوں سے فارغ التحصیل طلبہ سے پُر کی جاتی ہیں جن میں انجیل کی تعلیم باضابطہ دی جاتی ہے۔ باقی چالیس فیصد بھی عیسائی طلبہ ہی ہوتے ہیں جب کہ مسلمان دس فیصد ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے کیونکہ ملک میں کلیسا کے قوانین اپنائے جا رہے ہیں اور اسلامی شریعت کو "روایتی قوانین" کا نام دے کر پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اس کی مثال میں ۱۹۷۰ء کا شادی کا قانون پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس کی رو سے ایک ہی شادی کو قانونی طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ مادہ پرست (سوشلسٹ)

ان کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو مذہبی اقدار سے محروم کر دیا جائے۔ تعلیمی اداروں میں مادہ پرستانہ نظریات کی پیہم تعلیم دی جا رہی ہے۔ نوجوانوں اور ثقافت کی وزارت (منسٹری آف کلچر اینڈ یوتھ) اس صورتِ حال کی ذمہ دار ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس سے نقصان اسلام کا ہوتا ہے کیونکہ عیسائیت کسی بھی نظام اور ازم سے سمجھوتہ کر سکتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کلیسا نے اپنے پیروکاروں کو اجازت دے دی ہے کہ اگر شراب نوشی اور رقص و سرود سے وہ لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ سکولوں میں طلبہ کو اتنا زیادہ مصروف رکھا جاتا ہے کہ اسلامی مدارس میں جانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ صبح کا وقت کلاس روم میں اور شام میں رقص کی تربیت حاصل کرنے میں اور سیاستدانوں کی تقریریں سننے میں کٹتی ہیں۔ ناپختہ ذہنوں کے لئے یہ مادہ پرست، دیگر مخالف قوتوں کی نسبت زیادہ خطرناک ہیں اگر ان کا مناسب سدباب نہ کیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ آنے والی نسلیں محض نام کی مسلمان ہوں اور ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہو جائیں۔

۴۔ قادیانی اور احمدی

تنزانیہ کے مسلمانوں کے خلاف یہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ قادیانی مسلمانوں میں بے یقینی اور شکوک پیدا کرنے کے لئے اپنے ایجنٹ مقرر کرتے ہیں۔ اور لٹریچر مفت یا برائے نام قیمتوں پر پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ نقدی یا جنس کی صورت میں تحائف بھی تقسیم جاتے ہیں مسلمانوں کو گمراہ اور کمزور کرنے کے اس کام کو حکومت بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔ ممباسا (کینیا) میں قادیانیوں کی اپنی پرنٹنگ پریس ہے جس سے وہ ہر وقت ہینڈ آؤٹ شائع کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ تنزانیہ میں مادہ پرستوں، عیسائیوں اور قادیانیوں (احمدیوں) کا لٹریچر سیلاب کی طرح بہہ رہا ہے۔ اس کی وجہ اشاعت اور طباعت کے ذرائع تک ان کی دسترس اور سیاسی قوت ہے۔

۵۔ اتحاد کا فقدان

مسلمانوں کے مصائب اور زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ اتحاد کا فقدان بھی ہے۔ (BAKWATA) اس میدان میں بہت پیچھے ہے۔ یہ چار پبلک سیکنڈری سکول چلا رہی ہے۔ مقاصد کاروباری ہیں۔ اساتذہ زیادہ تر عیسائی ہیں اور اسلامی تعلیم پر قطعاً زور نہیں دیا جاتا۔

اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرنے والے لائق علماء کا فقدان ہے۔ اسلامی مدارس کی بھی کمی ہے اور ایک یکساں اسلامی نصاب بھی قومی سطح پر موجود نہیں ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات اور تبلیغ کے لئے انہیں کومورو (COMOROS) سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے تو مشرقی افریقہ کے مسلمان اس سے بہت استفادہ کر سکتے ہیں ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ سماجی خدمات مثلاً ہسپتال مدارس اور معاشرتی بہبود کے مراکز وغیرہ قائم کرنے میں مسلمان بہت پیچھے ہیں۔ سرکاری شعبے سے مایوس ہو کر اکثر مسلمان ذاتی سطح پر روزگار کے چکر میں ہیں۔ شہروں میں وہ چھوٹی چھوٹی دکانیں اور ہوٹل چلاتے ہیں اور دیہاتی علاقوں میں ماہی گیری اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ اس کمزور معاشی بنیاد کے ساتھ سماجی خدمات میں حصہ لینا، ظاہر ہے ممکن نہیں۔ نتیجتاً کلیسا کی سرگرمیوں کے نتائج کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

لوگوں کو کسی نہ کسی طرح عیسائی بنانے کے لئے کلیسا کی امدادی کارروائیوں اور اس کے متنوع پروگراموں کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ بین الاقوامی لوتھر چرچ نے طبی خدمات اور دیہات میں فنی تعلیم کے لئے تیرہ ملین امریکی ڈالر کی امداد پیش کی ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے پروگراموں کی تکمیل و تربیت میں ان کا عمل دخل بہت زیادہ ہے اس تین سالہ پروگرام کی بدولت چرچ کو دیہات میں پھیلے ہوئے غریب مسلمانوں اور بت پرست قبائل تک رسائی حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ عیسائیت کا تر نوالہ بنیں گے۔

اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلم ممالک اور اسلامی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور معاشرتی بہبود کے مختلف میدانوں مثلاً ہسپتال، یتیم خانے، مسافر خانے، پرنٹنگ پریس وغیرہ قائم کرنے کے لئے کام کریں۔ انہیں اسلامی تعلیمات پھیلانے کے لئے بھی ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ کلیسا کے اثر کا مقابلہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔



ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب

قرآن مجید کے ساتھ عشق و شغف کی داستانیں

مولانا ابوالحسن علی ندوی

عنوان بالا کے تحت صحابہؓ و تابعین، ائمہ اسلام، علماء راسخین اور بلند پایۂ مشائخ اور اہلِ قلوب کے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں، جن سے ان کے قرآن مجید کے ساتھ عشق و شغف اس کے آداب و عظمت اس کی تلاوت میں ان کی محویت و استغراق اور اس لذت و کیفیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس سلسلہ کی ابتدا خود اس ذات قدسی سے کی جاتی ہے جس پر قرآن پاک کا نزول ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے کہا، آپ ہی پر نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں؟ فرمایا کہ ہاں! میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی جب اس آیت پر پہنچا!

فکیف اِذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابك علیٰ ھٰؤلاء شھیدًا۔

سو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور لوگوں پر آپ کو بطور گواہ کے پیش کریں گے۔

میں نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ آیت: ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم (المائدہ ع - ۱۵) "تو اگر انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو بھی تو زبردست ہے حکمت والا ہے"۔ پر پوری رات گذار دی اور صبح ہوگئی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بڑے رقیق القلب تھے، قرآن پڑھتے وقت آنکھوں کو قابو میں نہ رکھ سکتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا میں مردوں کی اس آخری صف میں تھا جس کے بعد عورتوں ہی کی صف ہوتی ہے۔ آپ سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔ (یوسف ع - ۱۰)

"یعقوب نے کہا میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت بس اپنے اللہ ہی سے کر رہا ہوں"۔

حضرت عمرؓ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے، آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ مجھے ان کی ہچکیوں کی آواز دور سے سنائی دی۔

ابن عمرؓ کی بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ پر صبح کی نماز میں ایک مرتبہ ایسا گریہ طاری ہوا کہ میں نے ان کی ہچکی کی آواز تین صفوں کے پیچھے سنی۔

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے رات کے وِرد میں کبھی کبھی کوئی آیت پڑھتے تو اتنا روتے کہ گر جاتے اور آپ کو گھر میں اتنا ٹھہرنا پڑتا کہ لوگ عیادت کے لئے آتے۔

محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پوری رات ایک رکعت میں گذار دیتے تھے۔ جس میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔

امام احمد اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کہتے تھے کہ تمہارے دل پاک ہو جائیں تو تم کو کبھی کلام اللہ سے سیری نہ ہو، میں نہیں چاہتا کہ میری عمر میں کوئی دن ایسا گذرے جس میں مجھے قرآن مجید دیکھ کر

پڑھنے کی نوبت نہ آئی حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو جس مصحف میں وہ پڑھا کرتے تھے وہ ان کی کثرتِ تلاوت سے جابجا سے شکستہ ہوگیا تھا۔

ابن عمیرؓ کہتے ہیں کہ مجھے سورۂ یوسف حضرت عثمانؓ کے پیچھے پڑھتے سے یاد ہو گئی کیونکہ وہ کثرت سے فجر کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھتے تھے

حضرت علی مرتضیٰؓ کو وفات نبوی کے بعد قرآن شریف کے حفظ میں اتنا انہماک ہوا کہ کئی روز تک گھر سے باہر نہیں نکلے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص، عبداللہؓ بن عمر، عبداللہؓ ابن رواحہ، عبداللہؓ ابن عباسؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف جیسے صحابہ کبار متعدد تابعین عظام سعید بن جبیر، مالک بن انس منصور ابن المعتمر کے متعلق رقت خشوع اور گریہ و بکا کی ایسی ہی روایات حدیث و تاریخ کی کتاب میں آئی ہیں۔

زرارہ ابن عوفی کے متعلق تو یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ وہ جامع مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے، سورۂ مدثر کی یہ آیت جب انہوں نے پڑھی فاذا نقر فی الناقور فذالك یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر (المدثر ع -۱) "پھر جس دن صور پھونکا جائے گا سو وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا، نہ کہ آسان"۔ تو ان کی روح پرواز کر گئی اور وہ گر گئے، بہز ابن حکیم کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو ان کی نعش اٹھا کر گھر لائے۔

خلید نماز پڑھ رہے تھے جب انہوں نے آیت پڑھی تو اس کو بار بار دہراتے رہے، کسی نے گھر کے ایک گوشہ سے آواز دی کہاں تک اس آیت کو دہراتے رہو گے، نہ معلوم کتنوں کے جگر شق ہوگئے۔

ایک صاحب نے آیت پڑھی ثم ردوا الی اللہ مولٰھم الحق (الانعام ع - ۸) پھر وہ (سب) واپس لائے جائیں گے، اپنے مالک حقیقی کے پاس"۔

حمزہ حضرت اسماءؓ (بنت ابوبکر صدیقؓ) کے خادم کہتے ہیں کہ حضرت اسماء نے مجھے بازار بھیجا، اس وقت وہ سورۂ طور کی تلاوت کر رہی تھیں اور آیت ووقانا عذاب السموم تک پہنچی تھیں، میں بازار گیا بھی اور واپس بھی آگیا اور وہ ابھی تک یہی آیت پڑھ رہی تھیں۔

حضرت تمیم داری مقام ابراہیم پر آئے اور سورۂ جاثیہ پڑھنی شروع کی۔ ام حسب الذین اجترحوا السیئاتِ ان نجعلھم کالذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سوآءً محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون (الجاثیہ ع -۲)

"کیا جو لوگ برے کام کر رہے ہیں اس خیال میں ہیں کہ انہیں ان جیسا رکھیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہی رکھیں سو کیسا برا حکم یہ لوگ لگاتے ہیں"۔ تو اس کو برابر دہراتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

حضرت سعید بن جبیر رمضان میں امامت کر رہے تھے جب وہ آیت فسوف یعلمون ۝ اِذ الاغلٰل فی اعناقھم والسلاسل طیسحبون ۝ فی الحمیم ثم فی النار یسجرون ۝ (المومن ع ۸)

"جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جایا جائے پھر یہ آگ میں جھونک دئے جائیں گے" پر آتے تو بار بار اس کو دہراتے رہے، ایک رات تہجد میں یہ آیت پڑھی واتقوا یومًا ترجعون فیہ الی اللہ (البقرہ ع - ۳۴) "اور اس دن سے ڈرتے رہو جس میں تم (سب) اللہ کی طرف لوٹا دئے جاؤ گے"۔ تو اس کو کچھ اوپر بیس مرتبہ دہرایا، وہ رات کو اتنا روتے تھے کہ ان کی آنکھوں پر اثر پڑ گیا۔

حضرت مسروق (تلمیذ حضرت ابن عباس) بعض دن عشاء سے لے کر فجر تک سورہ رعد ہی پڑھتے رہے۔

ہارون ابن ایاب اسدی کبھی تہجد میں پوری آیت یٰلیتنا نرد ولا نکذب باٰیات ربنا ونکون من المومنین (الانعام ع -۳) "کہیں گے کہ کاش ہم پھر واپس بھیج دئے جائیں تو ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں"۔ پڑھنے میں گذار دیتے اور روتے رہتے۔

حضرت حسن بصری نے ایک پوری رات ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کی تکرار اور ورد میں گذار دی اور صبح ہو گئی۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا اس میں بڑی عبرت اور موعظت ہے ہم جب بھی نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو کسی نہ کسی اللہ کی نعمت کا نزول ہوتا ہے اور جو ہم نہیں جانتے اس کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے ایک مرتبہ تہجد میں یہ

آیت پڑھی۔

بل الساعۃ موعدھم والساعۃ اوھٰی وامرط (القمر ع-۳)

"لیکن ان کا اصل وعدہ تو قیامت (کے دن) کا ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے"۔ وہ برابر اسی آیت کو دہراتے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔

یہ سلسلہ ایک نسل سے دوسری نسل اور ایک عہد سے دوسرے عہد تک منتقل ہوتا رہا اور امت کا کلام الٰہی سے عشق و شغف تسلسل کے ساتھ اور قرآن مجید کا فیض اور اس کی تاثیر بغیر کسی انقطاع اور وقفہ کے جاری رہی، تاریخ و سیر کی کتابوں نے ہر دور کے علمائے راسخین، معلمین و مصلحین اور محققین و عارفین کے قرآن مجید کے ساتھ عشق و شغف، اس کی تلاوت میں محویت و استغراق اور اس میں ان کی حلاوت و لذت کے واقعات محفوظ کر دئیے ہیں۔ یہاں پر چند اکابر امت کے واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

مشہور مصنف اور محدث، مورخ و ناقد علامہ ابن جوزی ہر ہفتہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس کو قرآن مجید سننے کا بڑا شوق تھا۔ کبھی کبھی اپنے برج میں پہرہ داروں سے دو دو، تین تین، چار چار پارے سن لیتے تھے۔ بڑے خاشع و خاضع اور رقیق القلب انسان تھے۔ قرآن مجید سن کر اکثر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ۷ شعبان ۷۲۶ھ کو نظر بند کئے گئے جہاں انہوں نے ۲۲ ذی القعدہ ۷۲۸ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔ اس فرصت میں ان کا سب سے بڑا مشغلہ اور وردِ تلاوتِ قرآن تھا، وہ جیل میں تقریباً دو سال چار ماہ رہے۔ اس مختصر مدت میں انہوں نے اپنے بھائی شیخ زین الدین ابن تیمیہ کے ساتھ قرآن مجید کے اسی دور ختم کرنے کے بعد جب نیا دور شروع کیا اور سورہ قمر کی اس آیت پر پہنچے اِن المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

"جو پرہیزگار ہیں ان باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں گے ایک اعلیٰ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے نزدیک"۔ تو بجائے اپنے بھائی زین الدین کے عبد اللہ ابن محب اور عبد اللہ الزرعی کے ساتھ دور شروع کیا یہ دونوں نہایت صالح شخص تھے اور آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ امام ابن تیمیہ کو ان کی قرأت بہت پسند تھی۔ یہ دور ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ زندگی کے دن پورے ہوگئے۔

ان اکابر اسلام کے سوا جن کی زبان عربی تھی اور جن کا رات دن کا وظیفہ علوم اسلامیہ کی خدمت اور ان کے بحر کی غواصی تھی۔ عجمی نژاد مشائخ و صلحائے امت کا بھی شغف بالقرآن، ذوق تلاوت حفظ کا اہتمام اور قرآن مجید میں محویت و استغراق کے واقعات کچھ کم شوق انگیز سبق آموز اور عبرت خیز نہیں، صدہا واقعات میں سے یہاں چند نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ واقعات متقدمین مشائخ تک محدود نہیں، اس کا سلسلہ معاصرین تک جاری ہے۔

آٹھویں صدی کے مشہور بزرگ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا (متوفی ۷۲۵ھ) کو قرآن مجید کا خصوصی ذوق تھا، اس کے حفظ کے اہتمام و تلاوت کی کثرت کی تاکید فرماتے تھے۔ امیر حسن علاء سنجری جب حضرت خواجہ سے متعلق ہوئے تو وہ بوڑھے تھے اور شعر و شاعری زندگی بھر کا مشغلہ تھا، حضرت خواجہ نے ان کو ہدایت کی قرآنی ذوق کو شعر و شاعری کے ذوق پر غالب کریں۔ امیر فوائد الفواد میں لکھتے ہیں کہ "بارہا ان مخدوم کی زبان مبارک سے میں نے یہ لفظ سنے ہیں کہ چاہیے قرآن مجید کا پڑھنا شعر کہنے پر غالب آجائے"۔

خواجہ محمد (ابن مولانا بدرالدین اسحٰق) بڑے اچھے حافظ خوش الحان تھے، ان کو آپ نے نماز کا امام بنایا تھا ان کی قرأت سے آپ بڑے محظوظ ہوتے اور آپ کو ان کی قرأت سنکر بڑی رقت اور ذوق آتا۔

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی ۷۸۶ھ) کو بھی قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے سننے کا خاص ذوق تھا۔ ان کے تربیت یافتہ شیخ زین بدر عربی ان کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ملک حسام الدین کے بھائی امیر شہاب الدین اپنے لڑکے کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور آکر بیٹھ گئے۔ آپ کی نظر مبارک لڑکے پر پڑی آپ نے فرمایا، پانچ آئتیں پڑھ سکتے ہیں، حاضرین نے عرض کیا کہ ابھی بہت چھوٹا ہے، سید ظہیر الدین مفتی کا لڑکا بھی حاضر تھا میاں بلال نے جب یہ دیکھا کہ آپ کو کلام ربانی سننے کا ذوق ہے تو انہوں نے اس لڑکے کو بلایا اور پانچ

آئتیں پڑھنے کی ہدایت کی۔ سید ظہیر الدین نے جب یہ محسوس کیا کہ طبیعت مبارک پر قرآن مجید سننے کا تقاضا ہے تو اپنے لڑکے کو اشارہ کیا کہ قرآن مجید کی پانچ آئتیں پڑھو، لڑکا سامنے آیا اور مودب بیٹھ گیا، اس نے سورہ فتح کے آخری رکوع کی آئتیں محمد رسول اللہ والذین معہ سے پڑھنی شروع کیں، حضرت مخدوم تکیہ کے سہارے آرام فرما رہے تھے اٹھ بیٹھے اور معمول قدیم کے مطابق باادب دو زانو بیٹھ گئے اور بڑی توجہ سے قرآن سننے لگے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ) کے حالات میں آتا ہے کہ تلاوت کے وقت چہرہ مبارک اور پڑھنے کے انداز سے سامعین کو ایسا محسوس ہوتا کہ اسرار قرآنی و برکات آیات کا فیضان ہو رہا ہے۔ نماز اور بیرون نماز میں خوف کی آیات پڑھتے یا جن آیات میں تعجب و استفہام آتا ہے اس کا اندازہ و لہجہ پیدا ہو جاتا، رمضان میں تین سے کم ختم نہ کرتے خود حافظ قرآن تھے اس لئے غیر رمضان میں بھی زبانی تلاوت فرماتے اور مختلف حلقوں میں بھی سنتے رہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (متوفی ۱۳۱۳ھ) ایک روز تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ آپ پر کیفیت طاری ہوئی، مولوی سید تجمل حسین صاحب سے فرمایا کہ "جو لذت ہم کو قرآن میں آتی ہے اگر تم کو وہ لذت ذرہ بھر آئے تو ہماری طرح نہ بیٹھ سکو، کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جاؤ"۔ آپ نے آہ کی اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور کئی روز تک بیمار رہے۔

مولانا سید محمد علی نے فرمایا کہ میں نے ابتدا میں حضرت سے عرض کیا کہ مجھ کو جو مزہ شعر میں آتا ہے، قرآن شریف میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا کہ ابھی بعد ہے قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا کہ "قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو کہ اللہ میاں دل پر آکر بیٹھ جاتے ہیں"۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ نسبت قرآن کی غایت سلوک ہے۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار مولانا محمد علی صاحب وغیرہ کا مجمع تھا، قرآن شریف کا ترجمہ ہوا، رکوع یہ تھا ——

واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا (مریم ع-۳) "اور آپ (اس) کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے نبی تھے"۔ اس کا ترجمہ فرمایا۔ بعد اس کے وہ آیت پڑھی گئی جو حضرت اسمٰعیل کے بیان میں ہے۔ وکان عند ربہ مرضیا (مریم ع-۴) "وہ اپنے رب کے پاس پسندیدہ تھے"۔ ترجمہ فرمایا کہ تھا اپنے رب کا پیارا یہ فرما کر چیخ ماری اور آپ پر گویا کیفیت مدہوشی کی طاری رہی اس واقعہ کے بعد دو مہینے سخت علیل رہے۔

ایک مرتبہ جب اس آیت کا ترجمہ پیش آیا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِی وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (مائدہ ع ۳)

"اے عیسیٰ، ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنالو"۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ کو حکم ہوگا کہ کیا تم نے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ ہم کو اور ہماری ماں کو خدا سمجھیں اور خدا کو خدا نہ سمجھیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گھبرا کر یہ فرمانا پھر انك انت العزیز الحکیم یعنی غفور الرحیم کا موقع تھا مگر العزیز الحکیم فرمایا۔ اس وقت واقعہ قیامت گویا سامنے ہوگیا اور کیفیت مصیبت قیامت کی سب پر طاری ہوگئی۔ مجھ کو خیال آتا ہے کہ حضرت نے اس آیت وان منکم الا واردھا پر چیخ ماری کہ سب کو پل صراط سے ایک روز اترنا ہوگا۔ غرض ہر چیز کا بیان یہاں مجلس میں ہوتا تھا پہلے آپ پر کیفیت آتی تھی اس کے بعد بطور عکس موافق استعداد ہر شخص پر طاری ہوتی تھی۔

یادِ رفتگاں: حضرت قاری عبدالرحیم صاحب سہارنپوری کا سفرِ آخرت

از: حافظ محمد حنیف سہارنپوری

حضرت الحاج حافظ قاری عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مہتمم مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن قصبہ روڈہ تحصیل و ضلع خوشاب ۲۵ فروری بروز جمعۃ المبارک نوے سال کی عمر پاکر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قاری صاحب نوگانوہ ضلع سہارنپور یوپی میں پیدا ہوئے اور وہیں قرآن پاک حفظ کرکے اپنے گاؤں کی مسجد میں قرآن پاک پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا آپ کا بیعت کا تعلق قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا جبکہ ان کی وفات کے بعد ان کے ایک خلیفۂ مجاز حضرت مولانا اشفاق احمد صاحب سے سلوک و طریقت کی منازل طے کیں اور بعد ازاں انہیں سے دستارِ خلافت حاصل کی۔

قصبہ داچور ضلع کرنال میں راجپوتوں کا ایک بہت بڑا گاؤں تھا وہاں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مریدِ باصفا حاجی بہار علی صاحب مرحوم ہوا کرتے تھے جو انتہائی نیک اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ غالباً رائے پور یا گنگوہ کی خانقاہ میں ان کی حضرت قاری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حاجی صاحب نے ان کی قرآن پاک اور تعلیم قرآن سے والہانہ محبت کو دیکھا تو پہلی ہی ملاقات میں ان کے گرویدہ ہو گئے اور باصرار انہیں قصبہ داچور لے آئے۔ حاجی صاحب کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی جبکہ وہ بہت سی رہائشی جائداد کے علاوہ سینکڑوں ایکڑ زرعی اراضی کے بھی مالک تھے۔ انہوں نے اپنی تمام جائداد ایک دینی مدرسہ قائم کرکے اس کے نام وقف کر دی۔ قاری صاحب موصوف نے پہلے پہل ایک مدرس کی حیثیت سے کام شروع کر دیا اور بعد ازاں حاجی صاحب کی وفات کے بعد عوام نے ان کی دیانت و امانت کے پیشِ نظر مدرسہ کی تولیت اور اہتمام آپ ہی کے سپرد کر دیا۔ اس چھوٹی سی درسگاہ نے آگے چل کر ایک بہت بڑی دینی درسگاہ کی شکل اختیار کر لی۔ جہاں سے سینکڑوں کی تعداد میں حفاظ، قراء اور مدرس تیار ہو کر نکلے جو پاکستان اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر تعلیم قرآن پاک کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اُس زمانے میں ہزاروں کی آبادی کے اس قصبے میں چند ایک افراد تعلیم یافتہ تھے اور جو تھے ان کی تعلیم بھی واجبی سی تھی۔ جہالت کا دَور دورہ تھا، ہندوؤں کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی ہندوانہ رسم و رواج اور بدعات عروج پر تھیں، حضرت قاری صاحب موصوف نے جاہلانہ اور ہندوانہ رسم و رواج کے خلاف جہاد شروع کیا اور حسنِ تدبیر سے نہ صرف اس قصبے کی بلکہ پورے علاقہ کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

تقسیم ملک کے بعد وہ اسی گاؤں کے لوگوں کے ہمراہ ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے پہلے لاہور کیمپ پھر واہ کینٹ وہاں سے سنجھورو ضلع سانگھڑ میں تھوڑا تھوڑا عرصہ قیام کے بعد بالآخر علاقہ تھل کے مشہور قصبے "روڈہ تھل" تشریف لائے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس دَوران جہاں بھی رہے قرآن پاک کی تعلیم کا سلسلہ شروع رکھا۔

ان کی زندگی سراپا دیانت و امانت تھی۔ تقسیم سے کچھ پہلے بہت سے لوگوں نے نقدی کی صورت میں اپنی امانتیں جمع کرنا شروع کر دیں جن کو موصوف کپڑوں کی تھیلیوں میں مع ان کے نام پتے اور رقم وغیرہ لکھ کر محفوظ کرتے رہے کہ اچانک سفر ہجرت کا مرحلہ پیش آگیا۔ آپ وہ تمام امانتیں اپنے ہمراہ لے کر آئے اور یہاں مختلف علاقوں میں ان لوگوں کو تلاش کرکے ان کی امانتیں ان تک پہنچائیں۔

روڈہ میں قیام کے بعد انہوں نے پہلے وہاں کی مرکزی جامع مسجد میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جسے بعد میں ایک عمارت میں منتقل کر لیا۔ ان کی زیرِ نگرانی اس قصبے میں دو مدرسے تھے ایک مدرسہ بہار علوم اور دوسرا مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن جو انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم کیا۔

پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد، اشراق، چاشت، صلوٰۃ الاوابین تمام فرض اور نفلی نمازیں پابندی سے ادا کرتے تھے۔ صبح اور شام دو دو تین تین گھنٹے تک مسلسل قرآن پاک کی تلاوت کرنا ان کی زندگی کا محبوب شغل تھا۔ وفات سے چند روز پہلے ان کے صاحبزادے حافظ داؤد احمد صاحب نے بہت کوشش کی کہ وہ مدرسہ سے گھر منتقل ہو جائیں لیکن انہوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ اب میرا آخری وقت ہے میں چاہتا ہوں کہ میری میت اسی جگہ سے اُٹھے جہاں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

گو قاری صاحب موصوف دنیاوی جھمیلوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے لیکن اگر کہیں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تو وہ میدان میں آجایا کرتے تھے ایوب خان مرحوم کے دَور میں بی ڈی الیکشن ہوا تو ان کے وارڈ میں متعدد امیدوار میدان میں کود پڑے جس سے باہمی سر پھٹول کا خطرہ پیدا ہو گیا اہلِ محلہ جمع ہو کر موصوف کے پاس پہنچے اور اصرار کیا کہ وہ الیکشن لڑیں۔ جب تمام صورتِ حال ان کے سامنے آئی تو وہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور دوسرے دن جوہر آباد پہنچ کر درخواست جمع کرا دی۔ دیگر امیدواروں کو علم ہوا تو وہ سب کے سب امیدوار مقابلے سے دستبردار ہو گئے۔ اس طرح قاری صاحب موصوف بلا مقابلہ بی ڈی ممبر چن لئے گئے۔ گو وہ عملی سیاست سے دُور رہے تاہم ان کی تمام ہمدردیاں جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ تھیں سرگودھا میں جمعیۃ کے جلسے یا کانفرنسیں منعقد ہوتیں تو وہ ان میں لازماً شرکت کرتے تھے۔

گذشتہ ایک سال سے وہ بیمار چلے آرہے تھے۔ ۲۲ر فروری بروز منگل ان پر بخار کا شدید حملہ ہوا بالآخر ۲۵ر فروری جمعہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ بیماری کے باوجود تین روز سے وہ مسلسل کلمہ طیبہ کا وِرد کر رہے تھے۔ عین آخری وقت میں ان کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری تھا کہ ان کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ اس وقت ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی چہرہ کھل گیا اور اس پر نورِ ایمان کی چاندنی بکھر گئی کسی نے سچ کہا ہے ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

تجہیز و تکفین کے بعد جب تدفین کا مرحلہ آیا اور آپ کی میت کو لحد میں اتار دیا گیا تو اس وقت ان کا ایک معتقد آخری دیدار کے لئے قبرستان پہنچا اس نے درخواست کی کہ میں نمازِ جنازہ سے محروم ہو گیا خدا کے لئے مجھے آخری دیدار کر لینے دو۔ اس کے اصرار پر آخری دیدار کرایا گیا کسی نے کہا کہ لالٹین لے آؤ لیکن جب چہرے سے پردہ ہٹایا گیا تو وہ انتہائی روشن تھا۔ اس واقعہ کے ہزاروں شاہد موجود ہیں۔

قصبہ روڈہ سولہ ہزار کی آبادی کا ایک بہت بڑا قصبہ ہے ان کی وفات پر وہاں کا ہر گھر ماتم کدہ اور ہر آنکھ اشکبار تھی ان کی نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اس پورے علاقہ میں اتنا بڑا اجتماع آج تک کسی جنازے میں نہیں دیکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔

بقیہ: تبلیغی جماعت

دِنوں میں منظر قابلِ دید ہوتا ہے۔ ہر آدمی اس فکر میں غرق ہوتا ہے کہ کس طرح خدا کے دین کو ساری دُنیا میں پھیلا دیا جائے مختلف ممالک سے آئے ہوئے جید علمائے کرام اپنے بہترین واعظوں سے نوازتے ہیں۔ اس تین روزہ اجتماع کے آخری دن بڑی رقت آمیز دُعا کرائی جاتی ہے۔ لاہور اور اِرد گرد کی بستیوں سے لاکھوں افراد اضافی طور پر اس دُعائے خیر و برکت میں شرکت کرتے ہیں اور پھر سینکڑوں جماعتیں دنیا کے مختلف حصّوں میں دین کی تبلیغ کے لئے روانہ کی جاتی ہے۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی کی خلوص سے محنت کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے کتنے ہی لوگوں کی زندگیاں بدل ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین) اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا

بچوں کا صفحہ

تبلیغی جماعت

منیر حمزہ
دار الشفقت
لاہور

پیارے بچو! ہمارا دین اسلام ہے۔ جسے اللہ نے خود ہمارے لئے پسند فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ:۔ آج کے دن ہم نے تم پر اپنا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا۔

پیارے بچو! اس اسلام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے خود ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اس کے بعد ہمارے اسلاف نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ ان قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اور آپ مسلمان ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں میں ایک ہستی مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے دین مبین کی ترویج و اشاعت کے لئے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی اور اب دنیا کے تمام ممالک میں اس جماعت کی شاخیں موجود ہیں۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے تن تنہا اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور دہلی کے گردونواح کے علاقے سے میواتیوں میں یہ کام شروع کیا۔ اس علاقے کے لوگ جب مولانا الیاسؒ کو نماز پڑھتے دیکھتے تو سمجھتے کہ شاید اس آدمی کے پیٹ میں درد ہے جس کی وجہ سے نعوذ باللہ یہ کبھی اٹھتا اور بیٹھتا ہے۔ اس بستی کے لوگوں کے نام بھی ہندوؤں کی طرح تھے۔ حالانکہ یہ سب مسلمان تھے۔ مسلمان ہونے کے باوجود بھی اپنے سروں پر چوٹیاں رکھتے تھے۔ اور ہندوؤں کی طرح بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان حالات میں انہیں اسلام کی طرف راغب کرنا خاصا مشکل کام تھا۔ مولانا الیاس مرحوم کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اس علاقے کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے اس علاقے میں تقریباً اڑھائی سو مدارس دینیہ قائم کئے۔ جہاں ابتدائی دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس علاقے کے لوگوں کی زندگیوں کے نقشے بدل گئے۔ پرانی دشمنیاں ختم ہوگئیں۔ یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے جتنے ناآشنا تھے۔ اتنے ہی جوش اور جذبے سے اسلام کی تعلیم کو پھیلانے میں لگ گئے۔ تقسیم پاکستان کے بعد یہ میواتی قوم پاک بھارت سرحد پر آباد ہو گئی۔ اور باقاعدہ تبلیغی جماعت کی صورت میں کام شروع کر دیا۔ پھر جب رائیونڈ میں تبلیغی جماعت کے لئے میاں جی عبداللہ نے بہت بڑی زمین وقف کی تو تبلیغی جماعت کا مرکز رائیونڈ میں تبدیل ہو گیا۔ آج پوری دنیا میں تبلیغی جماعت کا ہیڈ کوارٹر رائے ونڈ میں ہے۔ جہاں ہر سال اکتوبر کے مہینہ میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ پوری دنیا سے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں اس اجتماع میں شریک ہوتے ہیں۔ حج بیت اللہ کے بعد سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ وہاں اجتماع کے

(باقی ۲۵ پر)

پیارے بچو!
خدام الدین کا یہ صفحہ آپ کے لئے ہے۔ آپ اپنے اس صفحہ کے لئے اسلامی اخلاقی، معلوماتی اور ادبی کہانیاں، مضامین وغیرہ لکھ کر بھیجئے۔ معیاری ہونے پر شائع کی جائیں گی۔
(آپکے بھائی جان)

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

بہرہ پن

س: بندہ عرصہ دراز سے کانوں سے بہرہ ہے۔ صبح کان بند ہو کر شام اور رات کو کھل جاتے ہیں۔ بہت علاج ڈاکٹروں حکیموں سے کرائے لیکن شفا نہیں ہوئی۔ براہ کرم کوئی مؤثر دوائی تجویز کریں
(منظور احمد، جمال دین والی رحیم یار خان)

ج: پچاس عدد جگنو پکڑ کر ایک شیشی میں ڈالیں، اس میں چھٹانک بھر روغن چنبیلی ڈال دیں شیشی بند کرکے دھوپ میں لٹکا دیں۔ پندرہ دن بعد تیل چھان کر محفوظ رکھ لیں۔

روزانہ صبح و شام دو دو قطرے دونوں کانوں میں نیم گرم ٹپکائیں انشاءاللہ صحت ہوگی۔

ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ

س: ڈیڑھ سال پہلے میری اہلیہ کی پیٹھ میں درد ہوا۔ ایک ہسپتال میں تشخیص ہوئی کہ رسولی ہے۔ چنانچہ رسولی کا اپریشن کیا گیا لیکن بجائے رسولی کے بچہ دانی نکال دی گئی۔
(نام پتہ نہیں لکھا)

ج: محترم! یہ شکایت آپ اسی ہسپتال کے سول سرجن سے کریں۔ طبیب بے چارہ کیا جواب دے۔ خصوصاً جب آپ نے اپنا نام پتہ ہی نہ لکھا ہو۔

نظر کی کمزوری

س: بندہ کی عمر سترہ برس ہے۔ ایک سال سے بندہ کی نظر بہت کمزور ہو گئی ہے۔ براہ کرم علاج اور مشورے سے مستفید فرمائیں۔
نعیم الرحمٰن رحمانی
طبیات سویٹ ہاؤس جیل روڈ حیدرآباد سندھ

ج۔ مناسب تو یہی ہے کہ آپ کسی مقامی آئی سپیشلسٹ سے آنکھوں کا معائنہ کرائیں۔ یا اپنے مفصل حالات لکھیں۔ اگر دماغی کمزوری کے سبب ہے تو ہماری دوائی دماغی کی ایک ڈبیا منگوا کر استعمال کریں اور آنکھوں میں شہد خالص کی ایک سلائی ڈالا کریں۔ دماغی کی قیمت تیس روپے بمعہ محصولڈاک ہے۔

بال گر رہے ہیں

س: بندہ کے سر کے بال بے تحاشا گر رہے ہیں۔ عمر صرف سترہ سال ہے۔ تین چار مہینے سے یہ شکایت ہو گئی ہے اور میں قریباً گنجا ہو رہا ہوں سرسوں کا تیل لگاتا ہوں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔
نعیم الرحمٰن رحمانی
حیدرآباد، سندھ

ج: سر پر ہر قسم کے صابن کا استعمال ترک کر دیں۔ آملہ خشک ا تولہ رات پانی میں بھگو دیں۔ صبح اس پانی سے سر کے بال دھوئیں اور بال خشک ہونے پر خالص سرسوں یا تارامیرا کا تیل لگایا کریں۔ کھانے کے بعد ۶ ماشہ سونف کھایا کریں۔ سنگترے، مالٹے، امرود سیب وغیرہ پھل بھی کھایا کریں — انشاءاللہ شفا ہوگی۔

منظور شدہ ۱-۸-۸۔ ریکین بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱-۱۶۳ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریکین بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳۔ کوئٹہ ریکین بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۲۹/۶۷-۲۰۷ ۹۔D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریکین بذریعہ میمو نمبر G.M.2/۲۷-۱۵۴۱۰ ۳ ہتہ ۶۴

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کا ترجمہ

قرآن مجید عکسی

طباعت کے آخری مراحل میں ہے

ملک بھر کے لئے سول ایجنٹ

المکتبۃ المدنیہ، ۱۷- اردو بازار، لاہور

کو مقرر کیا گیا ہے۔ جو تمام چھوٹے بڑے شہروں اور قصبات میں فراہمی کا بندوبست کریں گے۔ تاکہ شائقین کو کسی قسم کی زحمت برداشت نہ کرنی پڑے



خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

محمد ازہر صدیق، محمد طفیل بٹ کنٹرولر اشاعت قرآن حکیم انجمن خدام الدین، لاہور